

امام قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ وَلَا بِالطَّوَاغِيتِ .

”تم اپنے آباؤ اجداد اور باطل معبودوں کی قسمیں مت اٹھاؤ۔“

(مصنف ابن ابی شیبہ: الجزء الملحق: ۸۹، وسندہ صحیح)



فہم سلف.... کچھ اشکالات اور ان کے جوابات

آج جب کہ ہر فرقہ اپنے مسلک و مذہب کو قرآن و سنت کے دلائل سے مزین کرنے کی تک و دو میں سرگرم ہے، ایک عام آدمی کے لیے حق و باطل میں امتیاز کرنا خاصہ مشکل ہوا جا رہا ہے۔ قادیانی حضرات تک سب لوگ مختلف چینلز اور انٹرنیٹ پر بیٹھے لوگوں کو قرآن و سنت کے نام پر گمراہ کرنے کی مذموم سعی کر رہے ہیں۔

آخر وہ کون سا طریقہ ہو جس سے ایک متلاشی حق کو یہ پتا چلے کہ فلاں آدمی کا قرآن و سنت سے استدلال صحیح ہے اور فلاں آدمی کا غلط؟ اسلام جو کہ ایک کامل، عالمگیر و ہمہ گیر اور آفاقی دین ہے، اس نے کوئی طریقہ تو بتلایا ہی ہوگا جو قرآن کریم کی ایک ہی آیت یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی حدیث سے دو بالکل متضاد عقائد و اعمال ثابت کرنے والے دو اشخاص میں سے کسی ایک کے حق اور دوسرے کے باطل ہونے کا یقینی پتا دے سکے۔

جی ہاں! بالکل اسلام نے ایسا طریقہ ضرور بتایا ہے، لیکن افسوس کہ آج مسلمان اس سے مسلسل دور ہو رہے ہیں اور یقیناً روز بروز بڑھتے ”اسلامی فرقوں“ کے پیچھے یہی دوری کا فرما ہے۔ اگر حق کو پرکھنے کے لیے اس کسوٹی کو استعمال کیا جاتا تو بالیقین ایسی صورت حال

سے مسلمانوں کو پالانہ پڑتا۔ یہ طریقہ خود قرآن وحدیث نے بیان کیا ہے۔

کیا آپ بھی حق وباطل میں تمیز کرنے کے لیے وہ طریقہ جاننا چاہیں گے؟ اگر آپ تیار ہیں تو لیجیے وہ طریقہ سلف صالحین کا فہم ہے۔ اگر ہم تمام اختلاف دور کرنا چاہتے ہیں تو قرآن وسنت کا وہی مفہوم لینا شروع کر دیں جو صحابہ، تابعین اور تبع تابعین لیتے تھے۔ ان کے بارے میں خیر وبھلائی کی گواہی رسول اکرم ﷺ نے دی ہے۔ یقیناً یہ لوگ اہل حق تھے، لہذا اگر ہم قرآن وسنت کو ان کی طرح سمجھنے لگیں گے تو باہمی اختلاف خود بخود ختم ہو جائیں گے اور صحیح اسلام ہمیں مل جائے گا، یوں ہم بھی صراط مستقیم پر چلنے لگیں گے۔

فہم سلف کی حجیت پر آپ کے اسی ماہنامہ السنۃ میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور اس بارے میں ائمہ دین اور علمائے کرام کے سنہرے اقوال پیش کیے جا چکے ہیں اور اللہ کے فضل سے ابھی تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ شائقین خصوصی طور پر شمارہ نمبر ۲۳ سے ۲۵ تک ملاحظہ فرمائیں۔ ان مضامین کا مطالعہ کرنے کے بعد قارئین کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے، جس میں محدثین کرام اور ائمہ دین میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ وہ سب فہم سلف کو حجت سمجھتے تھے۔

لیکن موجودہ دور میں کچھ لوگ اس بارے میں شکوک وشبہات کا شکار نظر آتے ہیں۔ ہم فقط اصلاح کی خاطر ان لوگوں کے اشکالات کے ازالہ کی کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اس پر ڈٹ جانے کی توفیق عطا فرمائے!

تمام متلاشیان حق سے اپیل ہے کہ اللہ کے لیے وہ ہر قسم کے نظریاتی تعصب سے بالاتر ہو کر اس تحریک کو پڑھیں، ان شاء اللہ فائدہ ہوگا۔

اشکال نمبر ①:

ہمیں صرف کتاب وسنت پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ .
(الأعراف : ۳)

”تم اس چیز کی پیروی کرو، جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور اس کے سوا اولیاء کی پیروی نہ کرو۔“
لہذا صرف قرآن وحدیث حجت ہے، صحابہ وتابعین کے اقوال وافعال ہمارے لیے حجت نہیں، لہذا فہم سلف حجت نہیں۔“

جواب:

فہم سلف کی حجیت کے خلاف یہ سب سے بڑا اشکال ہے، لیکن یہ اشکال دراصل غلط فہمی کا نتیجہ ہے یا پھر خلط مبحث کی کوشش، کیونکہ بحث یہ نہیں کہ صحابہ وتابعین کے اقوال وافعال ہمارے لیے حجت ہیں۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ قرآن وسنت پر عمل کے لیے پہلے اس کا فہم ضروری ہے۔ عمل تو تب ہی ہوگا، جب اس کو صحیح طور پر سمجھ لیا جائے گا۔

جب یہ بات تسلیم ہے کہ قرآن وسنت کو پہلے صحیح طور پر سمجھا جائے گا، پھر عمل کیا جائے گا تو اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ سلف، یعنی صحابہ وتابعین نے قرآن وسنت کو بہتر سمجھا ہے یا بعد والوں نے؟ اس کا فیصلہ کوئی مسلمان صرف یہی کر سکتا ہے کہ صحابہ وتابعین نے بعد والوں کے مقابلہ میں قرآن وسنت کو بہتر طور پر سمجھا ہے۔ ائمہ دین کا اتفاقی فیصلہ یہی ہے۔

عمل کے لیے قرآن و سنت کا کوئی مفہوم تو بہر حال متعین کرنا ہی پڑے گا۔ اگر سلف کا فہم حجت نہیں تو کیا بعض لوگوں کا اپنا فہم حجت ہے؟ یا اگر وہ کسی بعد والے شخص سے فہم لے رہے ہیں تو کیا سلف کو چھوڑ کر ان بعد والوں کا فہم ان کے لیے حجت ہے؟

رہی یہ بات کہ ہمیں قرآن و سنت پر عمل کا حکم ہے، صحابہ و تابعین کے فہم پر عمل کا نہیں تو عرض ہے کہ قرآن و سنت نے ہی ہمیں یہ راہ دکھائی ہے اور اہل حدیث کی دعوت جو کہ ”سلفی دعوت“ کے نام سے معروف ہے، وہ یہی ہے کہ قرآن و سنت کا مفہوم وہی معتبر ہوگا جو سلف صالحین نے معین کر دیا ہے۔ سلف کے مقابلے میں بعد والوں کا فہم کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اس سلسلے میں ہم محدث العصر شیخ البانی رحمہ اللہ کے کچھ دروس میں سے انتخاب پیش کریں گے، جس سے یہ اشکال خصوصاً اور دیگر بہت سے اشکالات عموماً دور ہو جائیں گے:

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ضروری ہے کہ ہم دین کا صحیح مفہوم رسول کریم ﷺ کی سنت اور صحابہ کرام اور سلف صالحین کے طریقہ سے لیں۔ سابقہ حدیث میں رسول کریم ﷺ نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اسی بات کی مزید تاکید کرتے ہوئے آپ ﷺ نے سیدنا عرابض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں فرمایا ہے، میرے خیال میں وہ آپ کے علم میں ہوگی۔ اس حدیث میں آپ ﷺ فرماتے ہیں:

فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ،
وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ...

”میری سنت اور میرے بعد خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا، اسے

مضبوطی سے تھا منا اور بدعات سے بچنا۔۔۔“

(مسند الامام احمد: ۱۲۶/۴، سنن ابی داؤد: ۴۶۰۷، سنن الترمذی: ۲۶۷۶، وقال:

حسن صحیح، سنن ابن ماجہ: ۴۲، وصححه ابن حبان: ۵)

ہم دیکھتے ہیں کہ اس اور اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے صرف اپنی سنت کو لازم پکڑنے کا حکم دینے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ آپ ﷺ اس کے ساتھ ایک اور چیز کو بھی لازم پکڑنے کا حکم فرما رہے ہیں اور وہ دوسری چیز جماعت، یعنی رسول کریم کے صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کا طریقہ ہے۔ یہ چیز آپ ﷺ کی سنت سے ایک زائد چیز ہے، اگرچہ صرف کہنے میں ہی ہے (حقیقت میں دونوں ایک ہی ہیں)۔ رسول کریم ﷺ کی سنت کے ساتھ اس دوسری چیز کا ذکر قرآن کریم کا بھی اسلوب ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں واضح طور پر فرماتے ہیں:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا
(النساء: ۱۱۵)

”اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مومنوں کے راستے کے سوا اور راستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور جہنم میں داخل کر دیں گے اور وہ بری جگہ ہے۔“

بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے (جہنم میں جانے کا سبب) رسول اکرم ﷺ کی نافرمانی کے ساتھ ساتھ مومنوں کی راہ پر نہ چلنا بھی بیان کیا ہے۔ یہ بات (مومنوں کی راہ) یہاں کیوں لائی گئی؟ یہ آیت اس طرح کیوں نہ تھی کہ جو ہدایت واضح ہو

جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے تو جدھر وہ چلتا ہے، ہم چلنے دیں گے۔۔۔؟

مؤمنوں کی راہ کی مخالفت ساتھ ذکر کیوں کی گئی؟ دراصل اس میں ایک بہت ہی بڑی نصیحت ہے۔ وہ یہ ہے کہ موجودہ دور کا ہر فرقہ اور روئے زمین پر بسنے والا ہر گروہ، جن کی تعداد کم و بیش تہتر ہے، بلکہ یہ گروہ (مختلف پہلوؤں سے) بہت ہی زیادہ ہیں۔ سب کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ کتاب و سنت پر کاربند ہیں، حتیٰ کہ ان جدید فرقوں میں سے سب سے آخری گروہ کا بھی یہ دعویٰ ہے کہ وہ کتاب و سنت پر عمل کرتے ہیں، حالانکہ ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ خاتم النبیین نہیں ہیں، بلکہ ان کے نزدیک اب بھی بہت سے انبیاء باقی ہیں، پھر بھی یہ کہتے ہیں کہ ہم کتاب و سنت پر کاربند ہیں۔ اسی سے آپ باقی تمام قدیم و جدید فرقوں کا اندازہ کر لیں۔

اب ان تمام فرقوں کے درمیان فیصلہ کن چیز کون سی ہے، حالانکہ سب کا یہی دعویٰ ہے کہ وہ کتاب و سنت پر عمل کرتے ہیں؟ اس بات کا جواب اس آیت کریمہ اور سابقہ دونوں حدیثوں میں موجود ہے۔ آیت کریمہ فرماتی ہے کہ جو بھی گروہ اور فرقہ ان پہلے مؤمنوں کی راہ کو چھوڑے گا، جو کہ ہدایت اور بصیرت پر تھے، وہ گمراہ ہے، اگرچہ وہ یہ دعویٰ کرتا رہے کہ وہ کتاب و سنت پر ہے۔ جب تک وہ مسلمانوں کے طریقے اور مسلمانوں کے اجماع کی مخالفت کرتا رہے گا، یہ بات اس کے گمراہ فرقوں میں شامل ہونے کی دلیل ہوگی۔

چنانچہ ہر وہ عقیدہ جو ایسے گروہ سے ملے، جو اپنے عقیدے کو اجماع امت یا صحابہ کرام یا سلف صالحین کا عقیدہ ثابت نہیں کر سکتا تو وہ عقیدہ دلیل ہے کہ اس کا حامل گروہ ان بہتر فرقوں میں ایک ہے، جو کہ جہنمی ہیں۔ لہذا یہ سمجھنا ضروری ہے کہ دین صرف وہ نہیں، جو ہماری پوری دنیا کے اہل حدیث بھائیوں کے ہاں مشہور ہے۔ وہ بھائی خواہ اہل الحدیث

کے نام سے معروف ہوں یا انصار السنہ کے نام سے یا سلفیوں کے نام سے یا اور کسی نام سے۔ یہ تمام نام ایک ہی حقیقت پر دلالت کرتے ہیں۔ تو معاملہ اس طرح نہیں، جیسے ہمارے ان بھائیوں میں عام طور پر معروف ہے کہ ہماری دعوت صرف کتاب و سنت پر اعتماد کرنے میں منحصر ہے، بلکہ اس کے ساتھ ایک تیسری چیز بھی ضروری ہے، جس کا ذکر سابقہ دو احادیث نبویہ اور آخر میں قرآن کریم کی مذکورہ آیت میں موجود ہے۔ کتاب و سنت کے ساتھ یہ تیسری اور آخر چیز سلف صالحین کا منہج و عمل ہے۔

اگر کتاب و سنت پر اعتماد کرنے کا دعویٰ کرنے والا کوئی گروہ اس تیسری چیز کو مضبوطی سے نہ پکڑے تو یہ اس کی گمراہی کی دلیل ہے، چاہے وہ کتاب و سنت پر عمل کا کتنا ہی دعویٰ کرے!

حافظ ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ کا یہ شعر بڑا برموقع ہے:

العلم قال الله، قال رسوله قال الصحابة، ليس بالتمويه
 ”علم وہ ہے، جو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور صحابہ کرام کا فرمان ہو۔ ملامہ سازی علم نہیں۔“

تو ابن القیم رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے قول، یعنی کتاب و سنت کو ہی علم صحیح قرار دینے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ ہماری ذکر کردہ (قرآن و سنت کی) نصوص کے پیش نظر اس پر قول صحابہ کا اضافہ بھی کیا ہے اور یہ ضروری چیز ہے۔ میرا تو عقیدہ ہے کہ اسی تیسری چیز کو چھوڑنا ہی ان قدیم و جدید فرقوں کی گمراہی کا سبب ہے، جو آئے روز بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔

ہر روز ہم کسی ایسے نئے گروہ کی باتیں سنتے ہیں، جو کتاب و سنت پر عمل کرنے کا دعویٰ

کرتا ہے اور بالفعل جب آپ ان کو دیکھیں گے تو وہ کتاب وسنت کو لازم پکڑتے ہیں۔ خفی، مالکی، شافعی یا حنبلی تعصب ان لوگوں میں موجود نہیں ہوتا، لیکن جب وہ کتاب وسنت کی نصوص کو سمجھنے کے لیے سلف صالحین کے فہم کے پابند نہیں رہے تو دائرہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہو گئے، حالانکہ وہ کتاب وسنت پر عمل کا دعویٰ کرتے ہیں۔“

(دروس للشيخ محمد ناصر الدين الالباني : ٤٦/٨ ملخصاً، من المكتبة الشاملة)

نیز فرماتے ہیں:

أن سبب ضلال الفرق كلها قديماً وحديثاً هو عدم التمسك
بهذه الدعامة الثالثة : أن نفهم الكتاب والسنة على منهج
السلف الصالح .

المعتزلة المرجئة القدريّة الأشعرية الماتريدية؛ وما في
هذه الطوائف كلها من انحرافات، سببها أنهم لم يتمسكوا
بما كان عليه السلف الصالح؛ لذلك قال العلماء
المحققون :

وكل خير في اتباع من سلف، وكل شر في ابتداع من
خلف .

فهذا ليس شعراً، بل هذا الكلام مأخوذ من الكتاب والسنة:
(وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ
سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ) (النساء : ١١٥) لماذا قال : ويتبع غير سبيل

المؤمنين؟ كان يستطيع ربنا أن يقول: (ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى نوله ما تولى ونصله جهنم وساءت مصيراً) فلم قال: ويتبع غير سبيل المؤمنين؟ حتى لا يركب أحد رأسه، ولا يقول: أنا فهمت القرآن هكذا، وفهمت السنة هكذا، فيقال له: يجب أن تفهم القرآن والسنة على طريقة السلف المؤمنين الأولين السابقين، وقد أيد هذا النص من القرآن نصوص من أحاديث الرسول عليه الصلاة والسلام.

”قدیم و جدید تمام گمراہ فرقوں کی گمراہی کا سبب صرف اس تیسرے اصول کو چھوڑنا ہے۔ یہ تیسرا اصول یہ ہے کہ ہم کتاب و سنت کا فہم سلف صالحین کے منہج کے مطابق لیں۔

معزلہ، مرجعہ، قدریہ، اشاعرہ، ماتریدیہ اور ان فرقوں میں جتنی گمراہیاں ہیں، ان کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے سلف صالحین کے طریقے کا التزام نہیں کیا۔ اسی لیے محققین علمائے کرام کا کہنا ہے:

وكل خير في اتباع من سلف، وكل شر في ابتداء من خلف.

”ہر بھلائی سلف صالحین کے اتباع میں اور ہر گمراہی بعد والے لوگوں کی اختراع میں ہے۔“

یہ محض ایک شعر نہیں، بلکہ کتاب و سنت سے ماخوذ کلام ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

(وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ) (النساء: ۱۱۵)

”اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مؤمنوں کے راستے کے سوا اور راستے پر چلے۔۔۔“

اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی راہ کا تذکرہ کیوں کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرما سکتا تھا کہ جو شخص ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول کی نافرمانی کرے گا، ہم اسے۔۔۔ سبیل المؤمنین (مؤمنوں کے راستے) کا ذکر کیوں کیا؟ اس لیے کہ ہر کوئی اپنی عقل پر سوار نہ ہو جائے اور یہ نہ کہنے لگے کہ میں نے قرآن کریم کو اس طرح سمجھا ہے اور میں نے حدیث کو اس طرح سمجھا ہے۔ ایسے شخص کو کہا جائے گا کہ تمہارے لیے کتاب و سنت کو پہلے سلف صالحین مؤمنین (صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین) کے طریقے کے مطابق سمجھنا واجب ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت کی تائید میں بہت سی احادیث نبویہ بھی موجود ہیں۔۔۔“

(دروس للشيخ محمد ناصر الدين الالباني: ۳/۱۳، من المكتبة الشاملة)

نیز سلفی دعوت کے اصول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والدعامة الثالثة: وهو مما تتميز به الدعوة السلفية على كل الدعوات القائمة اليوم على وجه الأرض؛ ما كان منها من الإسلام المقبول، وما كان منها ليس من الإسلام إلا

اسماً، فالدعوة السلفية تتميز بهذه الدعامة الثالثة ألا وهى :
 أن القرآن والسنة يجب أن يفهما على منهج السلف
 الصالح من الصحابة والتابعين وأتباعهم، أى : القرون
 الثلاثة المشهود لهم بالخيرية بنصوص الأحاديث الكثيرة
 المعروفة، وهذا مما تكلمنا عليه بمناسبات شتى، وأتينا
 بالأدلة الكافية التى تجعلنا نقطع بأن كل من يريد أن يفهم
 الإسلام من الكتاب والسنة بدون هذه الدعامة الثالثة
 فسيأتى بإسلام جديد، وأكبر دليل على ذلك الفرق
 الإسلامية التى تزداد فى كل يوم؛ والسبب فى ذلك هو عدم
 التزامهم هذا المنهج الذى هو الكتاب والسنة وفهم
 السلف الصالح .

”اور تیسرا اصول جس سے سلفی دعوت آج روئے زمین پر موجود تمام اسلامی یا
 نام نہاد اسلامی دعوتوں سے ممتاز ہے، وہ (کتاب وسنت کے ساتھ) تیسرا
 اصول یہ ہے کہ کتاب وسنت کو سلف صالحین، یعنی صحابہ، تابعین اور تبع تابعین
 کے طریقے کے مطابق سمجھنا واجب ہے۔ یہ وہ تین بہترین زمانے ہیں، جن کی
 بھلائی کی گواہی بہت سی مشہور و معروف احادیث نبویہ ﷺ میں دی گئی
 ہے۔ ہم اس موضوع پر مختلف مناسبتوں سے بات کر چکے ہیں اور ہم ایسے تسلی
 بخش دلائل دے چکے ہیں، جن سے قطعی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جو بھی شخص اس

تیسرے اصول کے بغیر کتاب وسنت کو سمجھنے کی کوشش کرے گا، وہ ایک نیا اسلام متعارف کرائے گا۔ اس پر بڑی واضح دلیل یہ ہے کہ روز بروز اسلامی فرقے بڑھتے جا رہے ہیں۔ اس کا سبب کتاب وسنت کے فہم صالحین کے منہج کو لازم نہ پکڑنا ہے۔“

(دروس الشيخ محمد ناصر الدين الالباني : ۳/۱۳، من المكتبة الشاملة)

نیز سلفی لوگوں (اہل حدیث) کے بارے میں لکھتے ہیں:

أنهم يدعون إلى فهم الكتاب والسنة على منهج السلف الصالح، لا يكتفون فقط بدعوة المسلمين إلى الرجوع إلى الكتاب والسنة، بل يزدون على ذلك إلى الرجوع إلى الكتاب والسنة على منهج السلف الصالح .
 ”وہ کتاب وسنت کو سلف صالحین کے منہج کے مطابق سمجھنے کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کو صرف کتاب وسنت کی طرف دعوت دینے پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ اس پر یہ اضافہ بھی کرتے ہیں کہ کتاب وسنت کو سلف صالحین کے طریقے کے مطابق سمجھا جائے۔“

(دروس الشيخ محمد ناصر الدين الالباني : ۱۵/۳۸)

اب سلفی لوگوں اور سلف صالحین سے کیا مراد ہے؟ شیخ موصوف کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

الدعوة السلفية: نسبة إلى السلف، وفي اللغة: هم القوم المتقدمون، ويراد بهم في الاصطلاح: أنهم القرون الثلاثة

الخيرة التي جاء الثناء عليها عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في قوله: (خير القرون قرني، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم، ثم يأتي من بعد ذلك أناس يشهدون ولا يستشهدون، ويخونون ولا يؤتمنون، ويكون فيهم الكذب) فهو لاء بشهادة رسول الله صلى الله عليه وسلم أي: لهذه القرون الثلاثة: أنهم خير القرون، ولا شك أن هديهم وطريقتهم وسنتهم هي خير الهدى وخير السنن وخير الطرائق، ويقابل السلف الخلف، وهم: الذين جاءوا بعد هذه القرون الثلاثة، ونحن نعلم أنه قد اختلفت طريقة السلف عن الخلف في كثير من الأمور، فقد ظهرت بعد القرن الثالث أمور لم تكن...

”سلفی دعوت، سلف کی طرف منسوب ہے، لغوی اعتبار سے سلف سے مراد پہلے لوگ ہیں اور اصطلاح میں وہ تین بہترین زمانے ہیں، جن کی تعریف و توصیف اس فرمان نبوی میں موجود ہے کہ سب سے بہترین زمانہ میرا ہے، پھر وہ لوگ جو ان کے متصل بعد ہوں گے اور پھر وہ لوگ جو ان کے متصل بعد ہوں گے، پھر ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے، جو گواہی دیں گے، حالانکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی۔ وہ خیانت کریں گے اور ان کو امین نہیں سمجھا جائے گا۔ ان میں جھوٹ رواج پا جائے گا۔ تو رسول اکرم ﷺ کی گواہی کے

مطابق یہ تین زمانے سب زمانوں سے بہترین ہیں۔ بلاشبہ ان کا طریقہ، ان کا راستہ اور ان کا منہج ہی سب طریقوں، راستوں اور منہج سے بہترین ہے۔ سلف کے مقابلے میں خلف کا لفظ ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو ان تین زمانوں کے بعد آئے۔ ہمیں معلوم ہے کہ بہت سے امور میں سلف کا طریقہ خلف سے مختلف ہے، کیونکہ تیسری صدی کے بعد بہت سے ایسے امور ظاہر ہو گئے تھے، جو پہلے نہ تھے۔۔۔“

(دروس الشيخ محمد ناصر الدين الالباني : ۲/۳۸)

قرآن و سنت کے دلائل سے مزین و مدلل محدث البانی رحمہ اللہ کے ان دروس سے معلوم ہوا کہ کتاب و سنت کا وہی فہم معتبر ہے، جو صحابہ و تابعین اور تبع تابعین نے لیا ہے۔ اگر کوئی بعد الاثنی عشر قرآن کریم کی کسی آیت یا نبی اکرم ﷺ کی کسی حدیث کا ایسا مفہوم لیتا ہے، جو سلف صالحین کے خلاف ہو تو اس پر عمل کرنا سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں۔ یہی سبیل المؤمنین ہے جس کے التزام کا حکم قرآن و حدیث نے کتاب و سنت کے التزام کے ساتھ ہی دیا ہے۔ یہی ائمہ دین اور محدثین کا طریقہ ہے اور یہی اہل الحدیث کا منہج ہے۔

یہاں پر شیخ الحدیث مولانا مسعود عالم حفظہ اللہ کا ایک فرمان بہت ہی قابل ذکر ہے، جس سے منصف آدمی کا مذکورہ اشکال زائل ہو سکتا ہے۔ انہوں نے درس صحیح بخاری دیتے ہوئے فرمایا:

”اہل حدیث دین کے اندر صرف وحی کے اوپر اعتماد کرتے ہیں اور قرآن مجید اور سنت صحیحہ، اسی کو اپنا مدار بناتے ہیں۔ اسی کے اوپر اعتماد کر کے اسی سے دینی راہنمائی لیتے ہیں۔“

ہاں قرآن و سنت کو سمجھنے کے لیے، قرآن و سنت کو.... سمجھنے کے لیے، اس سے راہنمائی لینے کے لیے ان کا طریقہ اور ان کا راستہ وہ ہے، جو صحابہ و تابعین کا راستہ تھا۔ قرآن و سنت کو، اس دور کے اندر، سمجھتے ہیں کہ نازل ہوا تھا، جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کی رفاقت و مصاحبت کے لیے پوری انسانیت کے گروہ سے چن لیا تھا اور انہوں نے جس طرح قرآن و سنت کو سمجھا اور قرآن و سنت پر عمل کیا، اب قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے یہی معیار عمل ہے۔ اسی طرح قرآن و سنت پر عمل کرنا چاہیے، جس طرح صحابہ نے کیا تھا اور صحابہ سے سیکھ کر تابعین نے کیا تھا۔ اور یہی اہتمام فرمایا ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کے اندر کہ قرآن مجید کی آیات بھی ذکر کرتے ہیں، احادیث نبویہ بھی ذکر کرتے ہیں، رسول اکرم ﷺ کی سنن بھی ذکر کرتے ہیں اور صحابہ و تابعین کے فتاویٰ بھی ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے کس طرح سمجھا تھا۔ یہ منہج ہے الحمد للہ اہلحدیث کا، جو اس کتاب کے اندر امام بخاری رحمہ اللہ نے لوگوں کے لیے بالکل واضح طور پر پیش کر دیا ہے۔“

(درس صحیح بخاری بجامعة محمد بن اسمعیل البخاری اہلحدیث، کنڈیاں اوتار،

قصور، بتاريخ ۳۰ یولیو ۲۰۱۰ء)

مولانا عبد اللہ بہا پوری رحمہ اللہ اپنی ہر بات پر قرآن و حدیث سے دلائل دینے والے ایک گمراہ فرقہ ”جماعت المسلمین“ کے بانی مسعود بی۔ ایس۔ سی کے بارے میں فرماتے ہیں:

”شیطان شکار کرتا ہی اس وقت ہے، جب آدمی سلف کی لائن سے نکل کر نئی راہ

نکالتا ہے۔“

(رسائل بہالپوری: ۶۶۶)

معلوم ہوا کہ یہ اشکال بالکل بے بنیاد ہے۔ دین میں دلیل قرآن و سنت ہی ہیں، لیکن ان کو سمجھنے کے لیے فہم سلف کا التزام ضروری ہے، کیونکہ یہی سبیل المؤمنین ہے۔

دوسرے الفاظ میں یوں سمجھیں کہ قرآن کریم یا حدیث نبوی کے کسی لفظ کا صحیح معنی سمجھنے کے لیے آپ لغت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اگر فہم قرآن و سنت میں ائمہ لغت کی بات کو آپ مان لیتے ہیں تو صحابہ و تابعین کا فہم ان ائمہ لغت کی بات سے بھی کم قیمت ہے؟

اشکال نمبر ۲:

آپ جب سلف صالحین، یعنی صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے فہم کو معتبر سمجھتے ہیں اور بعد والوں کے فہم کو کچھ بھی حیثیت نہیں دیتے تو پھر بہت سے مسائل میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، علامہ ابن القیم رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ کرام کی طرف کیوں رجوع کرتے ہیں اور ان کی عبارتیں کیوں پیش کرتے ہیں؟“

جواب:-

یہ بھی سمجھنے کی غلطی ہے، کیونکہ ہم نے یہ کبھی نہیں کہا کہ بعد والے ائمہ دین کے اقوال کی کوئی حیثیت نہیں، بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ سلف کے مقابلے میں بعد والے ائمہ کے اقوال کی کوئی حیثیت نہیں، لہذا ہمارا قول مقید ہے، عام نہیں۔ اسے عموم پر محمول کرنا زیادتی ہے۔ مثلاً بالفرض کسی آیت یا کسی حدیث کا ایک مفہوم صحابی رسول بیان کریں اور دوسرا شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تو ہم سلفی لوگ کہیں گے کہ صحابی رسول رحمہ اللہ کے مقابلے میں ابن

تیمیہ رضی اللہ عنہ کا فہم کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ لیکن اس کے برعکس اگر ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ کا قول سلف کے قول کے مخالف نہ ہو تو ہم اہل الحدیث اسے اپنے سر ماتھے پر رکھیں گے۔ کوئی ایسی مثال پیش نہیں کی جاسکتی، جس میں ہم نے سلف کے مقابلے میں ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ کے فہم کو ترجیح دی ہو۔

پھر یہ بات بھی بیان ہو چکی ہے کہ حدیث نبوی کے مطابق سب سے بہتر زمانہ صحابہ کرام کا ہے، لہذا صحابہ کرام کے فہم کی موجودگی میں اس کے خلاف فہم تابعین معتبر نہیں، اسی طرح صحابہ کرام کے بعد تابعین کا زمانہ بہتر ہے، لہذا فہم تابعین کے مقابلے میں فہم تبع تابعین معتبر نہیں۔ اسی طرح تابعین کے بعد سب سے بہتر زمانہ تبع تابعین کا ہے، لہذا تبع تابعین کے مقابلے میں بعد والوں کا فہم معتبر نہیں۔ ہاں! بعد والوں کا فہم پہلے لوگوں کے فہم کے مطابق ہو تو الحمد للہ!

اہل الحدیث کے اسلاف کا بھی یہی طرز عمل تھا کہ وہ صحابہ کرام کے فہم کے مقابلے میں تابعین کے فہم کو معتبر نہیں سمجھتے تھے، جیسا کہ نکاح شغار کے مفہوم کے بارے میں نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریفات ذکر کرنے کے بعد مولانا عبداللہ محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اب ان دونوں تعریفوں میں مقابلہ کیا جائے تو نافع تابعی ہیں اور حضرت معاویہ صحابی ہیں اور صحابی کا قول تابعی سے مقدم ہے۔“

(الاعتصام: ۱۵/۶۲)

قارئین کرام اللہ کے لیے سمجھنے کی کوشش کریں کہ یہی فہم سلف کا مسئلہ ہے، جو محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھا دیا ہے۔ اسی طرح تابعین کے مقابلے میں تبع تابعین اور تبع تابعین

کے مقابلے میں بعد والوں کا فہم معتبر نہیں۔

اب تو یقیناً یہ اشکال ختم ہو گیا ہوگا کہ ہم کبھی بعد والوں کا فہم کیوں پیش کرتے ہیں؟

اشکال نمبر ③:

سلف صالحین بھی آخر انسان تھے۔ ان سے قرآن و سنت کے سمجھنے میں غلطی کا امکان موجود تھا۔

جواب:

یہ بات بالکل درست ہے کہ سلف صالحین بھی انسان تھے، یقیناً ان کو بھی غلط فہمی ہو سکتی تھی، لیکن سب کے سب سلف کبھی کسی غلطی پر جمع نہیں ہو سکتے۔ اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین سب کے سب قرآن و سنت کی کسی نص کو سمجھ نہ پائے تھے تو اس کی گمراہی میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ مزید تفصیل اگلے اشکال کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

پھر کیا یہ بات کہنے والے ائمہ دین یا اپنے آپ کو غلطی سے مبرا سمجھتا ہے؟ اگر سلف سے فہم میں غلطی ہو سکتی تھی تو بعد والوں سے بالاولیٰ ہو سکتی ہے، کیونکہ صحابہ و تابعین نے اس دین کو قریب سے دیکھا ہے۔ لہذا جس سے غلطی کا امکان زیادہ ہے، اس کے فہم کے مقابلے میں ان لوگوں کا فہم معتبر ہوگا، جن سے غلطی کا فہم کم تھا۔

اشکال نمبر ④:

کئی صحابہ کرام کے کئی تفردات مشہور ہیں۔ اگر فہم سلف حجت ہے تو پھر ان تفردات پر عمل کیوں نہیں کیا جاتا؟“

جواب:

ہمارے بعض بھائی فہم سلف کا انکار کرنے کے لیے اکثر صحابہ کرام کے ایسے تفردات پیش کرتے ہیں، جن کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان صحابہ کرام تک اس بارے میں کوئی حدیث پہنچی ہی نہیں ہوتی اور وہ اپنے اجتہاد پر عمل کر رہے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے عرض ہے کہ وہ اپنے اعتراض کو قابل التفات بنانے کے پہلے یہ ثابت کیا کریں کہ ایسے تفرد والے صحابی تک وہ حدیث پہنچی بھی ہے۔

یہ لوگ کسی ایسے مسئلہ کو دلیل بنانے کی کوشش کرتے ہیں، جس میں صحابہ کرام کے رائے اور ان کا اجتہاد مختلف ہو گیا تھا، کچھ صحابہ کرام نے کسی نص کا ایک مطلب سمجھا اور کسی صحابی نے کچھ اور سمجھ لیا، لیکن ایسے مسائل پیش کرنے سے ہمارے ان بھائیوں کا مدعا ذرا برابر بھی ثابت نہیں ہو سکتا، کیونکہ فہم سلف کسی ایک صحابی یا تابعی یا تابعی کے فہم کا نام نہیں، بلکہ اس سے مراد مجموعی فہم ہوتا ہے، مثلاً اگر صحابہ کرام قرآن و سنت کی کسی نص کے فہم میں متفق الخیال ہوں اور ان کی تین مختلف آرا ہوں تو پھر بھی صحابہ کرام کی آراء کے مجموعہ میں سے کوئی ایسی ایک رائے اور کوئی ایسا ایک فہم، جسے آپ قرآن و سنت کے زیادہ قریب سمجھیں، اسے اپنائیں، نہ کہ سب کے فہم کو چھوڑ کر ایک نیا فہم نکالیں، یہ بدعت ہوگی۔ دونوں صورتوں میں فہم صحابہ کرام کا ہی معتبر ٹھہرا۔

اگر کسی صحابی کو غلط فہمی ہوئی ہے تو درست بات کس کو سمجھ آئی ہے؟ کیا کسی اور صحابی کو بھی سمجھ نہیں آئی؟ یقیناً ایسا نہیں ہو سکتا کہ سب صحابہ کرام دین کے سمجھنے میں غلطی پر رہے ہوں، کسی ایک کو بھی سمجھ نہ آئی ہو اور بعد والے کسی شخص کو صحیح بات سمجھ آئی ہو۔ ایسا کہنا تو عقیدے کی سخت خرابی اور بہت بڑی گمراہی ہے، کیونکہ بشہادت نبوت وہ بہترین زمانہ

ہیں۔

کیا بہترین زمانہ وہ ہوتا ہے، جس میں کسی ایک کو بھی دین کا صحیح فہم حاصل نہ ہو؟ یہی بات صحابہ کرام کے بعد تابعین اور تبع تابعین اور کے بارے میں بھی ہے، کیونکہ ان کے بارے میں بھی رسول اللہ ﷺ کی گواہی موجود ہے۔ ضروری طور پر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اگر سلف میں سے کسی کو فہم میں غلطی لگی ہے تو اسی دور میں ایسے لوگ بھی موجود تھے، جن کا فہم اس حوالے سے بالکل درست تھا۔ یعنی حق فہم سلف میں بہر حال موجود ہے۔ اب آپ کا فرض ہے کہ اسے تلاش کریں، نہ کہ اس کا انکار کر کے کوئی نیا طریقہ نکالیں۔

اشکال نمبر ⑤:

مانا کہ اختلافی صورت میں سب کا نہیں تو بعض صحابہ کرام یا بعض سلف کا فہم معتبر ہو جائے گا، پھر بھی فہم سلف معتبر رہا، لیکن بسا اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ حدیث نبوی سن کر صحابہ کرام میں سے کسی کو بھی صحیح سمجھ نہیں آئی، تو ایسی صورت میں کیا ہوگا؟ مثلاً صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا تھا کہ میری وفات کے بعد تم میں سے سب سے پہلے وہ فوت ہوگی، جس کے ہاتھ زیادہ لمبے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات نے ہاتھوں کی باہم پیمائش شروع کر دی، حالانکہ سب سے پہلے فوت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ہوئیں، جن کے ہاتھ چھوٹے تھے، پھر ازواج مطہرات کو معلوم ہوا کہ فرمان نبوی میں ہاتھوں کی لمبائی سے مراد سخاوت تھی۔۔۔

جواب:

اس واقعہ میں فہم سلف کا انکار کرنے کے لیے کوئی دلیل نہیں، بلکہ اس سے ایسے دلائل

پیش کرنے والے بھائیوں کی اپنی ناسمجھی ظاہر ہوتی ہے۔ ہمارا ان سے سوال ہے کہ اگر ازواجِ مطہرات کو صحیح سمجھ نہیں آئی تھی تو پھر کس کو آئی تھی؟ اللہ تعالیٰ اگر سمجھ دے اور تعصب کو دور کر کے اس حدیث کا مکمل مطالعہ کر لیا جائے تو خود اسی حدیث میں ازواجِ مطہرات کا اپنا بیان موجود ہے کہ ان کو بعد میں صحیح پھر بھی ان کو حاصل ہو گیا تھا۔

اعتراض اس وقت بنتا جب یہ ثابت کیا جاتا کہ ازواجِ مطہرات اور تمام صحابہ کرام میں سے کسی کو صحیح سمجھ نہ آئی تھی، پھر بعد کے کسی دور میں یہ عقدہ حل ہوا تھا، حالانکہ ایسا ممکن ہی نہیں اور ایسی کوئی مثال پیش ہی نہیں کی جاسکتی۔

اشکال نمبر ۶:

فہم سلف کا معتبر ہونا تسلیم ہے، مگر یہ قاعدہ کلی نہیں، بلکہ اکثری قاعدہ ہے۔ بسا اوقات اس کے خلاف بھی ہو جاتا ہے، یعنی بعد والوں کو سلف سے زیادہ فہم حاصل ہو سکتا ہے۔‘

جواب:

نبی اکرم ﷺ کے فرمان گرامی کے مطابق سلف صالحین علم و عمل اور فہم و سمجھ ہر اعتبار سے بعد والوں سے بہتر تھے۔

اس سلسلے میں عالم ربانی، شیخ الاسلام ثانی حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے کیا، خوب بات کہی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے بہتر ہونے کے بارے میں جو حدیث نبوی ہے، وہ مطلق ہے، یعنی ہر اعتبار سے وہ بعد والوں سے بہتر تھے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ کسی صحابی نے غلط فتویٰ دیا اور صحابہ کرام میں سے کسی نے اس غلطی پر تنبیہ نہیں کی، پھر بعد والے کسی زمانے میں کسی شخص نے اس غلطی کی طرف توجہ دلائی۔۔۔ تو ایسا شخص اس

حدیث پر ایمان نہیں لاتا، کیونکہ اس کے نزدیک اس اعتبار سے بعد والا زمانہ بہتر ہوا، جس میں غلطی پکڑی گئی، حالانکہ نبی اکرم ﷺ ہر اعتبار سے پہلے تین زمانوں کو بہتر قرار دے رہے ہیں۔۔۔“

(اعلام الموقعین لابن القيم: ۱۳۶/۴)

بدعات کے رد کے لیے ائمہ دین یہی دلیل دیتے رہے ہیں۔
جو بھائی اس قاعدہ کو کلی نہیں سمجھتے، ان سے سوال کیا جانا چاہیے کہ جب آپ کسی بدعت کے رد میں دلائل دیتے ہوئے یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ قرآن و حدیث کا یہ معنی ہوتا تو صحابہ کرام سب سے پہلے سمجھتے۔۔۔ اگر عین اسی وقت آپ کو کوئی گمراہ یہ کہہ دے کہ یہ قاعدہ کلی نہیں تو آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟

ہم یہاں اس کی ایک بہت ہی خوبصورت مثال پیش کرتے ہیں:
عیسیٰ بن طہمان کہتے ہیں کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ ہمارے پاس بغیر بالوں کے چمڑے کے دو جوتے لائے، ان کے دو تسمے تھے، اس کے بعد مجھے ثابت بنانی نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بتایا کہ یہ نبی کریم ﷺ کے جوتے تھے۔“

(صحیح بخاری: ۳۱۰۷)

ایک دفعہ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے ایک سبز جبہ نکالا اور فرمایا: ”یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا، آپ فوت ہوئیں تو میں نے اپنے پاس رکھ لیا، نبی کریم ﷺ اسے زیب تن فرمایا کرتے تھے، ہم اسے بیماروں کے لیے شفا کی امید سے پانی میں ڈالتے ہیں۔“

(صحیح مسلم: ۲۰۶۹)

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے ایک پیالہ اپنے پاس رکھا ہوا تھا، جسے وہ تبرک نبوی سمجھتے

تھے۔

(صحیح بخاری: ۵۶۳۷)

عبیدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، ہمارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک تھے، جنہیں ہم نے سیدنا انس یا ان کے گھر والوں سے لیا تھا، کہتے ہیں، اگر میرے پاس آپ کا ایک بال ہو تو مجھے دنیا و ما فیہا سے زیادہ پیارا ہے۔“

(صحیح بخاری: ۱۷۰)

یہ چاروں احادیث حصول تبرک کے جواز پر دلالت کرتی ہیں اور ان احادیث سے کچھ بدعتی حضرات اپنے بزرگوں سے تبرک حاصل کرنے کو عبادت سمجھتے ہیں، لیکن اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہ تبرک صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا، اس پر پردلیل کیا ہے؟ صرف فہم صحابہ!

جیسا کہ حافظ شاطبی فرماتے ہیں: ”صحابہ کرام نے آپ کی وفات کے بعد آپ کے علاوہ کسی کے لیے یہ (تبرک) مقرر نہ کیا، کیونکہ آپ کے بعد امت میں سب سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، آپ کے بعد خلیفہ بھی تھے، ان کے ساتھ اس طرح کا کوئی معاملہ نہیں کیا گیا، نہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہی ایسا کیا، وہ سیدنا ابوبکر کے بعد امت میں سب سے افضل تھے، پھر اسی طرح سیدنا عثمان و علی رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ کرام تھے، کسی سے بھی باسند صحیح ثابت نہیں کہ کسی نے ان کے بارے میں اس طرح سے کوئی تبرک والا سلسلہ جاری کیا ہو۔۔۔“

(الاعتصام: ۸/۲)

اسی طرح مولانا عمر فاروق سعیدی رحمۃ اللہ علیہ تبرک کے سلسلہ میں بدعتی لوگوں کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”فہم دین صحابہ کا معتبر ہے۔۔۔“

(سنن ابو داؤد: ۵۲۴/۲، طبع دار السلام)

اب اگر کوئی بدعتی یہ کہہ دے کہ یہ قاعدہ کلی نہیں ہے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی حدیث کو صحابہ کرام کے عمل نہ کرنے کی وجہ سے خاص قرار دیا جائے تو یہ اس کی ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں۔

معلوم ہوا کہ یقیناً یہ قاعدہ کلی ہے کہ ہمارے اسلاف یعنی صحابہ، تابعین اور تبع تابعین نے قرآن و سنت کو ہماری نسبت بہت بہتر انداز میں سمجھا ہے۔ اس قاعدے کے کلی ہونے پر ائمہ دین کا اتفاق ہے، کسی ثقہ امام و محدث نے اس کے کلی ہونے کا انکار نہیں کیا، بلکہ وہ بدعتی لوگوں کو پکار پکار کر اسی کلی قاعدہ کی طرف دعوت دیتے رہے ہیں اور اسی کلی قاعدہ کے ذریعے گمراہوں کا ناطقہ بند کرتے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ ائمہ اہل سنت کے بہت سے اقوال ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اگر کسی بھائی کے پاس اس کے خلاف ائمہ دین میں سے کسی کا کوئی قول ہو تو وہ پیش کرے۔ اگر ایسی کوئی بات نہیں ہے تو کیا سب ائمہ دین ایک غلط بات پر ڈٹے رہے ہیں؟!!!

اشکال نمبر ④:

”جب ائمہ دین کا یہ اتفاقی عقیدہ تھا کہ ہر معاملے میں فہم سلف ہی معتبر ہوتا ہے تو کئی مرتبہ انہی ائمہ دین کے بارے میں یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ یہاں ان کا فہم سلف کے فہم کے خلاف ہے، لہذا ہم نہیں مانتے۔۔۔ ائمہ دین فہم سلف کو حجت ماننے کے بعد پھر خود فہم سلف کے خلاف کیوں کہہ دیتے تھے؟ اس کا مطلب تو یہی ہوا کہ وہ اس کو قاعدہ کلی نہیں سمجھتے تھے۔۔۔“

جواب:

ایسا ہرگز نہیں ہے کہ ائمہ دین فہم سلف کے حجت ہونے کی کلیت کا انکار کرتے تھے، بلکہ جہاں کہیں انہوں نے کوئی ایسی بات کہی ہے جو فہم سلف کے خلاف تھی تو وہاں بھی ان کا اعتماد فہم سلف پر ہی تھا، لیکن سلف سے مروی جس روایت پر انہوں نے اعتماد کیا تھا، ہماری تحقیق میں وہ ثابت نہ ہو سکی، لہذا ہمارے نزدیک ان کی بات سلف کے فہم کے خلاف ہوگئی، اگرچہ انہوں نے اپنی کوشش کے مطابق فہم سلف پر ہی اعتماد کیا تھا۔

اب ائمہ دین تو اپنی تحقیق کے مطابق فہم سلف پر ہی عمل کر رہے تھے، وہ عند اللہ معذوروں ماجر ہوں گے، لیکن ان لوگوں کو سوچنا چاہیے جو یہ جانتے ہوئے بھی کہ ان ائمہ کے پاس سلف کی جو روایت تھی، ثابت نہیں ہے، پھر بھی ائمہ دین کے ایسے موقف پر ڈٹے رہتے ہیں۔۔۔

نوٹ:

بعض لوگ بہت جرات سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ صحابہ کرام کا فہم کیسے معتبر ہو سکتا ہے، حالانکہ بعض صحابہ قرآن و سنت کی نصوص سننے کے بعد بھی اپنی بات پر ڈٹے رہتے تھے؟ اس سلسلے میں وہ صحیح بخاری سے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ جنبی آدمی تیمم سے پاک نہیں ہو سکتا۔ پھر ان کے سامنے قرآن کریم کی آیت کریمہ پڑھی گئی، لیکن وہ اپنے موقف پر ڈٹے رہے، رجوع نہیں کیا۔

یہ منکرین حدیث کا ایک چکمہ تھا، جس میں ہمارے بعض بھائی بھی آگئے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر عرض کرتے ہیں کہ صحابہ کرام کے بارے میں ایسی بات کہنا ایمان کے

لیے بہت خطرناک ہے۔ یہ بات تو کوئی رافضی شیعہ کہے کہ صحابہ کرام قرآن و سنت کی نصوص کے خلاف ڈٹ جاتے تھے تو اس کو زیبا ہے، لیکن کسی سنی مسلمان کو تو ایسی بات زیب نہیں دیتی۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اگلے شمارہ میں ہم یہ وضاحت کریں گے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس الزام سے بالکل بری ہیں اور یہ بات کہنے والوں کو خود بہت بڑی غلط فہمی ہوئی ہے۔



کفن پر لکھنا بدعت ہے!

قبر میں شجرہ یا غلاف کعبہ یا عہد نامہ یا دیگر ”تبرکات“ کا رکھنا، نیز مردے کے کفن یا پیشانی پر انگلی یا مٹی یا کسی اور چیز سے عہد نامہ یا کلمہ طیبہ لکھنا ناجائز اور بدعت سیئہ اور قبیحہ ہے۔ یہ خانہ ساز دین، آسمانی دین کے خلاف ہے۔ قرآن و حدیث میں ان افعال قبیحہ پر کوئی دلیل نہیں، بلکہ سلف صالحین میں سے کوئی بھی ان کا قائل و فاعل نہیں۔ یہ بدعتیوں کی ایجادات ہیں۔ اہل سنت ان خرافات و بدعات سے بیزار ہیں، کیونکہ یہ انتہائی جرات مندانہ اقدام دین الہی میں بگاڑ کا باعث ہے۔

ان افعال قبیحہ کے ثبوت پر پیش کیے گئے دلائل کا علمی جائزہ پیش خدمت ہے:

جناب احمد یار خان نعیمی بریلوی رحمہ اللہ (۱۳۲۴-۱۳۹۱ھ) لکھتے ہیں:

قبر میں بزرگان دین کے تبرکات اور غلاف کعبہ و شجرہ یا عہد نامہ رکھنا مردہ کی بخشش کا وسیلہ ہے۔ قرآن فرماتا ہے: وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ